رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے ایل نمبر ۲۲۹۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق

قادیان

جلد ۱۳۱ | قادیان مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ۹ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱۳۸

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ ۱۲ جنوری کو لاہور تشریف لے گئے تھے۔ اور ۱۸ جنوری کو بروز جمعہ ۱۲ بجے دوپہر کی ٹرین سے بخیریت تمام رونق افروز دارالامان ہوئے۔

(۲) مخدوم الملت حضرت حافظ روشن علی صاحب کی علالت تشویشناک ہے۔ گو نسبتاً کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے۔ لیکن حالت قابل اطمینان نہیں ہے۔ احباب خاص توجہ سے حافظ صاحب سلمہ اللہ کی صحت کامل اور درازی عمر کے واسطے درد دل سے دعائیں کرتے رہیں۔

(۳) قادیان میں سکھ صاحبان نے جھٹکہ کی دکان کرنے کے واسطے درخواست دی۔ اور جھٹکہ بھی شروع کر دیا جس کے متعلق موقعہ دیکھنے۔ اور دیگر باشندگان قادیان اور احمدیوں سے دریافت کرنیکے لئے صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ۱۴ جنوری کو قادیان تشریف لائے۔ احمدیوں کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ اور نہ کوئی روکاوٹ پیدا کی گئی۔ لیکن غیر احمدیوں کی طرف سے

انتخاب نمائندگان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہدایات

اس سے قبل ناظرین نمائندگان کے انتخاب کے متعلق اعلان ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات برائے انتخاب نمائندگان ناظرین کی آگاہی کے لئے درج کی جاتی ہیں:۔

احمدی جماعتوں کو ایسے لوگوں کو اپنے نمائندے انتخاب کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو واقع میں نمائندہ کہلا سکیں۔ نمائندہ منتخب کرنے میں جماعتیں بہت احتیاط سے کام لیا کریں۔ بعض جماعتیں ایسے اشخاص نمائندے منتخب کر کے بھیج دیتی ہیں۔ جن کی آواز جماعت میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ وہ صرف ایسے اشخاص کو جو فارغ ہو۔ بھیجدیتی ہیں۔ بسا اوقات ایک جماعت کا امیر تو نہیں آتا۔ اور کسی دوسرے کو بھیجدیتا ہے۔ وہ لوگ نہیں جانتے۔ کہ اس طرح سے نہ صرف جماعت کے مشورہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے جو نظام مقرر کیا ہے۔ اس کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ ایک قوم نے اس طرح ناقدری کی تھی۔ جس کی اسے سزا ملی۔ کہ پھر وہ اسے ہٹا نہ سکی۔ وہ بنی اسرائیل کی قوم تھی۔ ایسے لوگ نہیں جانتے۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ کسی کو اس مجلس میں نمائندہ بنایا جاتا ہے۔ جو تمام دنیا کے حالات ڈھالنے والی ہے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کا انہیں اتنی بڑی عزت دینا ہے۔ کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ہو۔ تو وہ اس مجلس کی ممبری کو جسے آئندہ دنیا کو ڈھالنا ہے۔ بہت بڑی عزت سمجھے گا۔ پس نمائندہ کے منتخب کرنے میں سستی اور لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

ان نمائندوں پر بھی ذمہ داری کتنی بڑی ہے۔

بہت شور اور واویلا ہوا۔ جو ہمارے خیال میں بے ضرورت تھا۔ بہرحال صاحب ممدوح نے حکم دیا۔ کہ ابھی جگہ جھٹکا کیا جائے جو عام منظر نہ ہو۔ اور دوکان جھٹکے کی ایسی مقام پر رکھیں۔ جہاں دوسرے غیر احمدی مشتعل کو اعتراض اور فساد کرنیکی موقعہ نہ ملے۔ اور دوکان کا فیصلہ کے رپورٹ کرے۔ جس کی منظوری دی جائے گی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ آئندہ جب خلافت کے انتخاب کا سوال درپیش ہوگا۔ تو مجلس شوریٰ کے ممبروں سے ہی اس کے متعلق رائے لی جائیگی۔ یہ کتنا اہم اور نازک سوال ہے۔ اس لئے با اثر نمائندہ کو منتخب کرنا چاہیئے۔

جب کسی جماعت سے نمائندہ منتخب ہوتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ سیکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امیر اپنی طرف سے منتخب کر دے۔ بلکہ ساری جماعت سے مشورہ کیا جائے۔ اور جو تحریر سیکرٹری مجلس مشاورت کے پاس بھیجی جائے۔ اس میں یہ لکھا جائے۔ کہ ہماری جماعت نے اکٹھے ہو کر مشورہ کر کے فلاں شخص کو نمائندہ منتخب کیا ہے۔ سیکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امیر اپنی طرف سے جماعت کو پوچھے بغیر نمائندہ مقرر نہیں کر سکتے۔ جماعت سے مشورہ لیکر مقرر کرنا ضروری ہے ؛

(خاکسار یوسف علی سیکرٹری مشاورت)

مولوی ثناء اللہ کو پچیس ۲۵ روپیہ انعام

امرتسری رند دلائل سے کسی صداقت کو سمجھنے سے عاری ہے۔ خشیت اللہ اور تقویٰ جو مومنین اور صالحین کی علامت ہے۔ اس سے وہ بالکل معرّا ہے ہم نے کامل طور پر ایسے واضح دلائل سے اس پر حجت تمام کی ہے۔ کہ جس کے جواب سے وہ سراسر عاجز اور لاچار ہے۔ مگر پھر بھی ہٹ دھرمی اور ضد کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہمیشہ زبان قلم سے یہی لکھتا رہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے مقابلہ میں جو ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا۔ جس سے ثناء اللہ گریز کر گیا۔ اس اشتہار کی دعاء خدا کے حکم سے کی تھی۔ اور خدا نے اس دعا کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۱ر جنوری کے تازہ اخبار اہلحدیث میں وہ زیر سرخی

"سحر امرادے کی رسی دراز ہے"

لکھتا ہے۔ کہ :-

"مرزا صاحب قادیانی نے خدائی تحریک سے میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اعلان شائع کیا جس کا خلاصہ مطلب بطور دعاء کے یہ تھا۔ کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور ثناء اللہ) میں سے خدا جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے اور اس دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی خدا کی طرف سے آپ نے شائع کر دیا۔ اور حسب وعدہ خداوندی یہ دعا قبول بھی ہو گئی"

(اہلحدیث ۱۱ر جنوری ۲۹ء صفحہ اوّل)

اس اقتباس کی عبارت زیر خط کو ثناء اللہ کی قلم سے بار بار نکلتے تم نے دیکھا ہے۔ اور بار بار ہی ہم نے اس کو براہین قاطعہ سے لاجواب کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کوئی تحریر حضرت مرزا صاحبؑ نے ایسی نہیں شائع کی۔ جس میں یہ لکھا ہو۔ کہ اس دعا کی قبولیت کا خدا نے وعدہ کر لیا ہے۔ مگر یہ بھلا مانس ہمارے دلائل کی تردید تو کر نہیں سکتا۔ عوام کالانعام کو دھوکہ دینے کے لئے یہی جھوٹ ہمیشہ بولتا اور لکھتا رہتا ہے۔ کہ "مرزا صاحب کو اس دعا کی قبولیت کا الہام ہو گیا تھا" ہم کو اس سے انکار ہے۔ کہ حضرت صاحبؑ کو اس دعاء کے متعلق کوئی الہام قبل از دعا یا بعد از دعا ہوا ہو۔ مگر امرتسری پارسا کو زبانی اس پر اصرار ہے۔ کہ اس دعا کی قبولیت کا الہام مرزا صاحبؑ نے شائع کرایا تھا۔ گو دل سے اس کو اقرار ہے۔ کہ کوئی الہام اس کے متعلق نہیں ہوا۔ اس لئے اب آخری صورت ہم ثناء اللہ کے سامنے یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ مندرجہ ذیل الفاظ میں حلف موکد بعذاب اپنے اخبار میں بلا کسی ایک لفظ کی کمی و بیشی کے شائع کر دے۔ تو ہم بغیر کسی شرط کے مبلغ پچیس ۲۵ روپیہ نقد انعام اس کو دینگے۔ اور وہ حلف یہ ہوگی ؛

"میں ثناء اللہ خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی ذات واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵ر اپریل والے اشتہار میں جو دعاء مباہلہ کی تھی۔ اس کی قبولیت کا خدا کی طرف سے ان کو الہام ہو گیا تھا۔ جس کو انہوں نے یہ کہکر شائع کر دیا تھا کہ اس دعاء مندرجہ اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کی قبولیت کا خدا نے وعدہ کر لیا ہے۔ پس اگر میں ثناء اللہ اس بیان میں جھوٹ کہتا ہوں یا میرے دل میں اس کے خلاف یقین ہے۔ تو اے خدائے ذوالجلال تو مجھے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا پورا اور کامل مصداق بنا۔ آمین"؛

جس ہفتہ کے اہلحدیث میں یہ حلف بغیر کسی تغیّر و تبدّل یا کمی و بیشی کے امرتسری رند شائع کر کے ہمیں ارسال کرے گا۔ اس کو پڑھتے ہی ہم بلا عذر انعام موعودہ مبلغ پچیس روپیہ اس کو بذریعہ ڈاک ارسال کر دینگے۔ یا وہ چاہے تو مسلمہ فریقین امین کے پاس یہ رقم جمع کرائے۔ امین کا فرض صرف اتنا ہوگا۔ کہ وہ اخبار اہلحدیث میں حلف کے تمام الفاظ کا مقابلہ ہمارے پیشکردہ الفاظ سے کرے۔ اگر وہ ہمارے الفاظ کے پورے مطابق ہوں۔ تو فی الفور امرتسری کو پچیس روپیہ دیدے۔ اب دنیا دیکھ لے گی۔ کہ ثناء اللہ اپنی ایمانی جرأت دکھاتا ہے۔ یا بدستور قدیم اس حلف سے بھی جی چراتا ہے؛

امرتسری رند کی نیرنگیاں

دیکھنے کا اگر شوق ہو تو دفتر فاروق سے مندرجہ ذیل کتابیں منگا کر مولوی ثناء اللہ کی گرگٹانہ چالیں معلوم کریں؛

ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار۔ مولوی ثناء اللہ کا حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے بار بار فرار جس کے جواب سے امرتسری عاجز و لاچار ہے۔ قیمت ۷ر؛

فیصلہ الٰہی اور ثنائی روسیاہی:۔ خدا تعالےٰ کے فیصلہ سے مولوی ثناء اللہ کی تاحیات روسیاہی دیکھنی ہو تو اس کو پڑھو۔ قیمت ۷ر؛

فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی۔ ۱۵ر اپریل والے اشتہار کی بناء پر خدا تعالےٰ نے ثناء اللہ کا منہ مانگا فیصلہ صادر فرما کر امرتسری رند کو زندہ درگور کر دیا۔ معہ عکس اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء قیمت صرف ۸ر؛

مرقع ثنائی۔ امرتسری کا اصلی مرقع جس کو مولوی ثناء اللہ

ہیشہ لوگوں سے چھپاتا رہا ہے۔ قیمت ۱۰ر۔ چاروں کتب ۱ر۔ منیجر فاروق قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۹ء

اسلام کی بجائے ویدک دھرم

زاغ بلبل سے ہمکلام ہوا
مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

"پرکاش" آریہ اخبار کا اوندھی کھوپڑی کا ایڈیٹر کرشن دون کی لیتا ہوا ۱۳ جنوری کے "پرکاش" میں عجیب بے سری الاپ سے سام وید کے منتر گاتا ہے۔ اور لاہور کی ایک تنگ کوٹھڑی میں بیٹھ کر کہتا ہے۔ کہ:۔

"اسلام ٹرکی سے رخصت ہو رہا ہے"

اس لئے ٹرکی میں ویدک دھرم کے لئے وسیع میدان کھل گیا ہے۔ اور اب اسلام کے بعد ٹرکی میں ویدک دھرم قدم جمائے گا۔ اگر آریہ سماج کو دوسرے ملکوں میں آریہ پنتھ کی تبلیغ کرنیکی امنگیں ہیں۔ تو اُسے یہ زریں موقعہ ہاتھ سے نہ کھونا چاہیئے۔ پھر ٹرکی میں اسلام کی بجائے آریہ دھرم کے قائم کرنے کی یہ لاجواب تجویز پیش کرتا ہے۔ کہ:۔

"آریہ سماج کو اپنا لٹریچر وہاں پہنچانا چاہیئے۔ اور سب سے پہلے ستیارتھ پرکاش کا جرمنی اور فرانسیسی میں ترجمہ تیار ہونا چاہیئے۔ اگر ان ہر دو زبانوں میں ترجمہ تیار کرا کر ٹرکی میں وسیع پیمانہ پر پھیلایا جا سکے۔ تو ضرور ترکوں کے دلوں پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور آریہ سماج کے لئے خود بخود ان کے دلوں میں کشش پیدا ہو گی"

(پرکاش ۱۳ جنوری صفحہ ۶)

اس تجویز سے یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ جس مذہب کا نام ہندوؤں کو دھوکہ دینے کے لئے "ویدک دھرم" رکھا جاتا ہے۔ اس کا ویدوں سے کوئی تعلق نہیں وہ دراصل "دیانندی مت" ہے۔ جس کا دارومدار "ستیارتھ پرکاش" پر ہے۔ ورنہ اگر وید بھی کوئی کام کی چیز ہوتی۔ تو اس کا ترجمہ جرمنی اور فرانسیسی۔ اردو اور انگریزی میں تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے جس کو "ایشوری گیان" یعنی الہامی کتاب بنایا جاتا ہے۔ نہ کہ ایسی کتاب کا ترجمہ کر کے لوگوں کو اسکی دعوت دیجائے۔ جس کتاب کی انجیلوں کی طرح آئے دن مرمت اور تحریف ہوتی رہتی ہے۔ اور جس کتاب کو مصنف کی زندگی میں اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے پاس بیٹھ کر دوستوں نے مصنف کے عقیدہ اور مذہب کے خلاف سدھانت معہ پرمان (عقائد معہ دلائل) کے صفحوں کے صفحے لکھکر نہ صرف داخل کر دیئے۔ بلکہ طبع ہو کر دیانند مصنف کتاب کی زندگی میں ہی کئی سال تک لوگوں کو پڑھائی جاتی۔ اور عمل کرائی جاتی رہی ہے۔ پس ایسی کتاب کو دھرم پستک (مذہبی کتاب) کی حیثیت دینے والوں کے دھرم اور مذہب کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ وہ کیا مذہب ہے۔ جس کی بنیاد ایک کاٹھیا واڑی لنگوٹ بند مجہول الحال کی علم و عقل سے بعید تصنیف پر رکھی گئی ہے۔۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ دیانندیوں میں ویدوں کا جاننے والا کوئی پنڈت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ وید کچھ ایسی بھول بھلیاں ہیں۔ کہ جن کا سمجھنا انسانی علم و عقل سے بالکل باہر ہے۔ یہاں تک کہ بقول دیانند جی ویدوں کو تو اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرا جو ابتداء دنیا میں زمین سے درختوں کی طرح نکل آئے تھے۔ جن پر ویدوں کے منتر الہام ہوئے تھے وہ بھی ان کے معنی و مطلب سے بالکل ایسے ہی ناآشنا تھے۔ جیسے آج گراموفون اپنے ریکارڈ کے نقوش سے بے بہرہ ہے۔ اور اس کو کچھ علم نہیں کہ ریکارڈ پر سوئی لگانے سے کیا آواز نکل رہی ہے۔ اس لئے ویدوں کا ترجمہ کرے تو کون۔ اور ان کو سمجھائے تو کس طرح اور ان میں سے نکالے تو کیا نکالے۔ جس کی طرف لوگ کھنچے چلے جائیں۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو میں بطور نمونہ وید سے ایک دو منتر دیانندی تفسیر کے نقل کر کے اہل علم تعلیم یافتہ دیانندیوں اور دیگر ناظرین اخبار سے پوچھتا ہوں کہ اس کا مطلب تو ذرا بیان کر کے سمجھائیں۔ یجروید بھاش دیانند کے ادھیاء ۱۸ کے منتر ۲۶ کی پہیلی ملاحظہ ہو۔ جو یہ ہے:۔

"میرا تین طرح کا گڈریہ اور اس کے سوائے چیزیں۔ میری تین طرح کی گڈرنی اور گھی وغیرہ۔ میری نامکمل ترکیبوں سے ہونیوالے نقصان کو بچانے والا اور اس کے متعلقین۔ میری انہیں ترکیبوں کو پورا کرانے والی گائے وغیرہ۔ اور ان کی پرورش۔ میرا پانچ طرح کی بھیڑوں والا اور ماسکا گھی۔ میری پانچ طرح کی بھیڑوں والی اور اس کی کوشش۔ میرا تین بچھڑے والا اور اس کے بچھڑے وغیرہ۔ میری تین بچھڑے والی گائے اور اس کا گھی وغیرہ۔ میرا چوبرسا بیل اور اس کے کام یہ سب چیزیں پشو پالنے کی ترکیب سے پوری ہوں"

کیا "پرتاپ" کا ایڈیٹر اور "پرکاش" کا کرشن اس پہیلی کو حل کر کے یا گورو کل کانگڑی کے ودوان آچاریہ اور ودیارتھیوں (استاد و شاگرد) سے حل کرا کے ویدوں کی معارف و حقائق سے پُر تعلیم کا دنیا پر سکہ بٹھا دیگا؟ یہی وجہ ہے۔ کہ ویدوں کا ترجمہ دنیا کی زبانوں اور ہندوستان کی مروجہ زبان میں کرنے سے آریہ سماج شرماتی اور گھبراتی ہے۔ یہ کیا اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ویدوں میں بجھارتیں ہیں۔ جن کو بوجھنے والے نہ آج نہ آج سے پہلے کسی دنیا میں موجود تھے۔ ایک دیانند صاحب ہی اس علم کے ماہر اٹھے۔ مگر وہ بھی عاجز ہی رہ گئے۔ اور کوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حل نہ بتا سکے۔ اس ویدک دہرم کی ترکوں کو دعوت دیجائیگی۔ جس طرف وہ بے تحاشا بھاگ کر آئیں گے۔
شیم۔ شیم۔ شیم ؛

اخبار پیغام صلح لاہور کا تازہ جھوٹ
اور
مستریان مشین سیویاں کی دروغ بیانی

(✻)

اخبار "مباہلہ" کی چوری کی رپورٹ کی حقیقت اخبار "پیغام بلڈنگ" لاہور مورخہ ۱۴ رجنوری ۲۹ء کے صفحہ ۵ کالم ۲ میں "اخبار مباہلہ کی چوری" کی سرخی دیکر پیغام صلح کا خاص نامہ محمد زاہد ایڈیٹر مباہلہ قادیان کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

"قادیان ۳۱ ردسمبر ۲۸ء اخبار مباہلہ قادیان کا خاص نمبر ایک ہزار کی تعداد میں وکیل پریس امرتسر میں چھپ کر امرتسر سے مختلف مقامات کو بھیجا جا چکا ہے۔ باقی کاپیاں قادیان کے جلسہ میں تقسیم کرنے کے لئے دو بنڈلوں میں جو قریباً تین من وزنی تھے۔ اور ان میں ہزارہا کی تعداد میں ایسے اشتہارات تھے۔ جن میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیا گیا تھا۔ ۲۷ ردسمبر ۲۸ء کی شام کی گاڑی سے قادیان لائے گئے۔ دونو بنڈل راقم الحروف (زاہد) کے مکان سے اسی رات چوری ہو گئے۔ اس کی اطلاع پولیس میں کی گئی۔ معاملہ زیر تفتیش ہے"

اس شرارت سے غرض یہ تھی۔ کہ ہمارے سالانہ جلسہ پر ایک فتنہ اٹھایا جائے۔ جس سے معزز مہمانان جلسہ کی ہتک ہو۔ اور پولیس خواہ مخواہ کی پکڑ دھکڑ کر کے سختی پیدا کر دے۔ لیکن پولیس کے عاقبت اندیش اور حقیقت شناس افسر تفتیش نے پوری باضابطہ کارروائی کی۔ اور حسب خواہش مستریان مہمانان جلسہ کی تلاشی لینی ضروری نہ سمجھی۔ لیکن ہمیں اصل حقیقت جو معلوم ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اخبار "مباہلہ" حسب تکرار مندرجہ صدر صرف ایک ہزار کی تعداد میں وکیل پریس امرتسر میں طبع ہوا تھا۔ جس میں سے مختلف مقامات کو امرت سر سے ہی بذریعہ ڈاک بھیجا جا چکا تھا۔ اور باقی برائے فروخت "پیغام بلڈنگ" لاہور کے دارالکتب میں دیدیا۔ جس کی قیمت وصول کرنے کے لئے ۱۴ رجنوری کو بروز جمعہ مستری عبدالکریم پیغام بلڈنگ لاہور میں پہنچا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے کچھ دیر پہلے ایک شخص وہاں موجود تھا۔ جس نے اخبار پیغام کے بنڈل دارالکتب پیغامیوں میں رکھے ہوئے دیکھے۔ جب عبدالکریم نے ہمارے راوی کو وہاں دیکھا۔ کہ اس نے اخبار مباہلہ کے بنڈل دیکھ لئے ہیں۔ تو رنگ فق ہو گیا۔ اور کھسیانہ ہو کر مینجر صاحب دارالکتب پیغام سے حساب فروخت اخبار پوچھا۔ اور کہا۔ کہ اب تک صرف ۳۰ روپیہ آپ سے قیمت اخبار فروخت شدہ کے وصول ہوئے ہیں۔ باقی حساب کیا ہے۔ تو مینجر صاحب دارالکتب نے کہا۔ کہ وہ بنڈل رکھے ہیں۔ ان کو شمار کر لو۔ کہ کس قدر پرچہ باقی ہے۔ عبدالکریم شمار کرنے کے لئے اٹھا۔ تو ہمارا راوی بھی اس کے ساتھ یہ کہکر کہ میں شمار کر دیتا ہوں ساتھ گیا۔ اس نے شمار کئے تو معلوم ہوا۔ کہ ۲۳ بنڈل اخبار کے موجود ہیں۔ اور فی بنڈل ۲۵ اخبار ہیں۔ جن کی جملہ تعداد ۵۷۵ ہوتی ہے۔ اور ۳۰ روپیہ قیمت اخبار کے پہلے وصول ہو چکے تھے۔ جو ۱۲۰ اخبار کی قیمت تھی۔ اس طرح قریباً سات سو اخبار تو پیغام بلڈنگ میں پہنچا تھا۔ اور ۳۰ روپیہ وصول کرنے کے بعد جو دارالکتب پیغام میں فروخت ہوا۔ اس کا حساب اس وقت نہیں کیا تھا۔ وہ بھی کسی قدر ہوگا۔ اور امرت سر سے جو مختلف مقامات کو بھیجا گیا۔ اس کی تعداد علاوہ ازیں ہے۔ اب یہ پتہ نہیں لگتا۔ کہ جو پرچہ صرف ایک ہزار بقول خود چھپوایا گیا تھا۔ اس میں سے چھ سات سو تو دارالکتب معصوم پیغامیاں میں برائے فروخت رکھا گیا۔ اور دو ڈھائی سو امرتسر سے بھی بذریعہ ڈاک مختلف مقامات کو بھیجا گیا ہوگا۔ یہ سب مل ملا کر قریب ایک ہزار کے پورا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کونسا پرچہ تھا۔ جو "مشین سیویاں بلڈنگ قادیان" سے چوری ہو گیا۔ جن کے بنڈل تین من وزنی تھے" جن میں ہزارہا اشتہارات اور اخبار مباہلہ کا وزن تین من تھا۔ تو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اشتہارات کتنی تعداد میں چھپوائے تھے۔ اور کتنے وزن کا کاغذ ان پر لگا تھا۔ جن کا وزن تین من ہو سکے۔ یہ سب غلط واقعہ ہے۔ جو محض احمدیوں کو بدنام کرنے کی غرض سے بنایا گیا۔ ورنہ ثابت کریں۔ کہ فلاں فلاں اشتہار تھے۔ جن کی تعداد اتنی تھی۔ اور کتنے اخبار تھے۔ اور پھر تین من وزن کا پتہ لگ جائیگا۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے۔ کہ اہل پیغام لاہور جو اپنی بریت کے لئے کانوں پر ہاتھ رکھکر کہتے ہیں۔ کہ ہمارا فتنہ پرداز مستریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اب تو صاف صاف اور کھلا کھلا تعلق ظاہر ہو گیا۔ کہ پیغامی دوست ہی سب سے بڑھ کر اس میں حصہ لینے والے اور مستریوں کی حمایت اور امداد کرنے والے ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ مستریوں کا سب اخبار اور اشتہار طبع و تقسیم و شائع ہوتے ہیں۔ اور وہی یہ سب فتنہ بپا کر رہے ہیں۔ ورنہ اہل پیغام اور ان کے "امیر ایدہ اللہ" حلف اٹھا کر کہدیں۔ کہ ہم نے نہ اخبار "مباہلہ" فروخت کیا۔ نہ ہمارے پاس عبدالکریم وغیرہ آتے ہیں۔ نہ ہمیں اس کا علم ہے۔ اگر ہم جھوٹ کہتے ہیں۔ تو خدا کی ہم پر لعنت ہو۔ کیا پیغامی یہ حلف اٹھا سکتے ہیں؟ دیدہ باید ؛

نوٹس

جن احباب کے ذمہ ششماہی دوم ۱۹۲۸ء کا چندہ بقایا تھا۔ اور جن کی میعاد خریداری ۳۱ ردسمبر ۲۸ء کو ختم ہو چکی تھی۔ ان سب کے نام ۷ رجنوری ۲۹ء کا پرچہ وی پی کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ بعض خریداران نے وی پی وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بلاوجہ محصول وی پی کا نقصان دیا۔ مجبوراً بعض واپس کنندگان وی پی کے نام پرچہ بند کر دیا ہے۔ اور جن کے نام حسن ظن کی بنا پر جاری رکھا گیا ہے۔ وہ بذریعہ منی آرڈر انیا چندہ معہ مزید محصول ڈاک کے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں (منیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نجات حقیقی

مندرجہ ذیل ایک قابل قدر اور نہایت مفید و دلچسپ مضمون ہے۔ جو نجات کی حقیقت پر راولپنڈی میں آریہ سماج کی سالانہ کانفرنس ۲۵ء پر احمدیہ جماعت کی طرف سے پڑھا گیا تھا۔ یہ مضمون نہایت محنت سے برادرم غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملوی نے مرتب کیا تھا۔ اور اب تک شائع نہیں ہوا۔ اس لئے ناظرین فاروق کے لئے باقساط فاروق میں شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

الم۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اولئک علیٰ ھدیً من ربھم واولئک ھم المفلحون۔

متذکرۃ الصدر آیات میں اللہ تعالےٰ نے نجات کی تعریف بتائی ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بھی ظاہر فرمایا ہے۔ جیسا کہ میں انشاء اللہ تعالےٰ آگے چلکر حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا۔

نجات فطری مسئلہ ہے

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہر قوم ہر طبقہ کے لوگوں میں نجات کا خیال پایا جاتا ہے۔ اور اس کے حصول کی جدّوجہد کا پتہ لگتا ہے۔ ہر ملک کے باشندے خواہ وہ متمدن ہوں یا غیر متمدن جاہل ہوں یا عالم۔ صحراؤں میں بسنے والے ہوں یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر۔ براعظموں میں رہنے والے ہوں یا ٹاپوؤں میں۔ ہر ایک کے دل میں نجات حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ ہر فرقہ کے لوگوں نے اس کے حصول کے طریق پر بحث و تمحیص کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اہم مسئلہ ہے۔ اور خالق فطرت ذات باری نے اسے فطرت میں ہی ودیعت رکھا ہے۔ تاکہ شریعت اور غیر شریعت کا سوال اٹھ جاوے۔

انسانی زندگی کا مقصد

ہر ایک سلیم الفطرت انسان جب گوشہ تنہائی میں اپنی پیدائش اور دنیاوی سامانوں کے انتظام پر غور کرے گا۔ تو اس کا دل گواہی دیگا۔ کہ خدا تعالےٰ کا انسان کو پیدا کرنا۔ اور پھر اس کی راحت و آرام کے لئے مختلف سامانوں کا مہیا کرنا کسی مقصد عظیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یونہی نہیں ہے۔

اس مقصد کے حاصل کرنے کا نام اسلامی اصطلاح میں فلاح ہے۔ جس کے متعلق میں آپ حضرات کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اسی فلاح کے لفظ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام نے انسانی پیدائش کا مقصد نجات ہی نہیں رکھا۔ بلکہ ایک اور چیز قرار دی ہے۔ لفظ نجات عربی ہے۔ جس کے معنے بھاگنا اور بچ جانا کے ہیں۔ یہ لفظ اگرچہ عربی ہے۔ مگر دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں اس کے قائل ہیں۔ اور انہوں نے نجات کی جتنی بھی تعریفیں کی ہیں۔ ان سب کا لُبّ لباب نجات کے لغوی معنوں سے مستنبط ہے۔ مثلاً بعض کا خیال ہے۔ کہ دنیاوی دکھ سکھ سے بچنا اور خدا میں جذب ہو جانا نجات ہے۔ وہ لوگ سکھ کے احساس کو بھی کمزوری سے تعبیر کرتے ہیں گویا ان کے ہاں صرف یہی امر نجات کہلاتا ہے۔ کہ انسان کے اندر کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہ رہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے۔ کہ گناہوں کی سزا سے چھوٹ جانا۔ اور خواہشات نفسانی کا مٹ جانا ہی نجات ہے۔ بعض کا خیال اس سے زیادہ ترقی پر ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نہ صرف دنیا میں دکھوں سے رہائی پانا بلکہ بعد الموت یعنی روح انسانی کے جسم سے علیحدگی کے بعد بھی دکھ تکلیف رنج و آزردگی سے بچنا نجات ہے۔

اسلام نے اوّل تو نجات کا لفظ ہی پیش نہیں کیا۔ بلکہ نجات کی بجائے فلاح کا لفظ فرمایا ہے۔ اور فلاح کے اندر ہی انسانی زندگی کا مقصد اس کی آنکھوں کے سامنے کیا ہے۔ فلاح کہتے ہیں۔ لے لینا پالینا۔ گویا جس کی دُھن تھی۔ تلاش تھی جستجو ہو رہی تھی۔ وہ ہم نے پالی۔ نجات کے معنے تو صرف اسی قدر تھے۔ کہ کسی چیز سے بچ جانا۔ مگر فلاح میں ایک زیادتی ہے۔ کہ نہ صرف بچنا بلکہ جس چیز کے حصول کے لئے کوشش ہو رہی تھی۔ مختلف اسباب کو کام میں لایا جا رہا تھا۔ وہ حاصل ہو گئی۔ اسکی مثال یوں ظاہر کی جا سکتی ہے۔ کہ کسی جرنیل کے متعلق اگر یہ کہا جاوے۔ کہ فلاں جرنیل صاحب بڑے بہادر ہیں۔ کہ وہ دشمن سے بچ کر بھاگ گئے۔ گو بھاگ جانا بھی بعض مواقع میں مفید و مستحسن ہوتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ ایک اور چیز بھی ہے جو اس سے اعلےٰ ہے۔ کہ یہ کہا جاوے۔ کہ فلاں جرنیل نے اپنے دشمن کو مار لیا یا پکڑ لیا۔ اور فتح پا گیا۔ گویا جس امر کے حصول کے لئے کوشش ہو رہی تھی وہ حاصل ہو گئی ایسے ہی اسلام میں لفظ نجات تو ہے۔ مگر جس مقصد اور مدعا کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس کے لحاظ سے جو اصطلاحی نجات ہے۔ وہ اسلام نے نجات سے بڑھ کر ایک اور چیز کو پیش کیا ہے۔ کیونکہ نجات سے تو اسی قدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا انسان دنیا میں آیا یا بالفاظ دیگر پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی چیز سے بچے اور اس کا مقصد یہی ہے۔ کہ وہ تکلیفوں دکھوں سے چھوٹ جاوے اور یہ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ ایک سطحی خیال ہے۔ کہ انسان صرف بچاؤ کا ہی خیال رکھے۔ اور اس سے آگے ترقی نہ کرے۔

اسلام نے نجات کا لفظ نہیں رکھا۔ ہاں جہاں پر مقصد انسانی پیش کیا ہے۔ وہاں لفظ فلاح رکھا ہے۔ کہ مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس لئے اس لفظ فلاح کے اندر ہی نجات آجاویگی۔ کیونکہ جو شخص اپنے دشمن کو مار کر اس پر فتح پا لیگا۔ یقینی بات ہے۔ کہ وہ اس کے حملہ سے بھی بچ جاویگا۔ جب ہمیں یہاں تک علم ہو گیا۔ تو اب ہمارے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلامی نقطہ خیال سے انسانی مقصد کو معلوم کریں تاہمیں فلاح کا علم ہو۔ پس جاننا چاہیئے۔ کہ اسلام نے انسانی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا ہے۔ کہ انسان خدا سے ملے۔ پس نجات یہ ہوئی۔ کہ خدا تعالےٰ سے ملنے کی جو طلب اور آگ انسان کے دل میں لگی ہوئی ہے۔ اس سے بچ جاوے۔ انسان جب خود خلوت میں ہوکر اپنی روح کی حالت پر غور کرے گا۔ تو وہ اپنی روح میں ایک جذبہ محبت و عشق محسوس کریگا۔ اور خدا تعالےٰ سے ایک تعلق کو پائیگا۔ کہ خدا تعالےٰ کے ملنے کے لئے ہماری روحوں میں ایک تڑپ ہے۔ اور اس عشق و محبت میں ہر ایک روح اپنا مال و متاع قربان کر دیتی ہے۔ اور ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے طیار ہو جاتی ہے۔ اسی فطرتی خواہش کی طرف اشارہ ہے۔ الست بربکم قالوا بلیٰ۔ پس اس تڑپ کا پورا ہونا اور بچ جانا نجات ہے۔ اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب انسانی روحوں کی مثال عاشق بے تاب کی ہے۔ اور خدا تعالےٰ معشوق ہے۔ تو جیسے عاشق کی پیاس بجز وصال معشوق نہیں بجھتی۔ ویسے ہی انسان بھی تب اپنی تڑپ سے بچ سکتا ہے۔ جب کہ خدا اسے مل جاوے۔ پس حاصل کلام یہ کہ اسلامی اصطلاح میں نجات اسی کا نام ہے کہ اسے خدا تعالےٰ کی لقا حاصل ہو۔ خدا کے ساتھ ملنے پر انسان میں خدائی طاقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور خدائی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ یہی دائمی حیات ہے یہی فلاح ہے۔ اس کی طرف ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے۔ کہ خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جیسے انسان کی ایک صورت ہے۔ معاذ اللہ ویسی ہی خدا تعالےٰ کی صورت ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایسے قویٰ عطا کئے ہیں۔ کہ اگر ان کو صحیح طور پر استعمال کیا جاوے۔ تو اس میں خدائی طاقتیں ظہور کرتی ہیں۔

یہ حالت مذکورہ انسانی ترقیات کی آخری سیڑھی ہے۔ اور انسانی حالات و واقعات کے لحاظ سے اس سے قبل بھی کئی ترقیاں وہ کرتا رہتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر یہ قاعدہ اور اصل کہ کوئی ترقی بغیر تکالیف نہیں ہوتی۔ اور اعلیٰ درجات بجز کئی قربانیوں اور دکھوں کے برداشت بغیر انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس فلاح کو حاصل کرنے کے لئے بھی انسان کو کئی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اسلام کے سوا جس قدر مذاہب ہیں انہوں نے محض ابتدائی تکالیف سے بچنے کا نام نجات قرار دیدیا۔ حالانکہ یہ حقیقی نجات نہیں۔ ہاں نجات کی ادنیٰ اقسام میں سے ہیں۔ حقیقی نجات جسے اسلام نے انسانی زندگی کا مقصد پورا کرنے والی قرار دیا ہے۔ وہ ان دنیاوی اور ظاہری نجاتوں کے آخر پر حاصل ہوتی ہے۔ گویا وہ انتہائی مرکز ہے۔ اور یہ اقسام ابتدائی مراحل ہیں۔ اس امر کو قرآن کریم کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے یوں ظاہر کیا ہے فرمایا۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ کہ یہ کتاب قرآن پاک ایسی ہے۔ کہ ہر قسم کی تکلیف و دکھ سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور تمام دکھوں اور رنجوں سے بچنے کی راہ یہ ہے۔ اب اتنی بات میں تو سب کتابیں شامل تھیں۔ وہ بھی جب خدا تعالےٰ کی طرف سے آئی تھیں۔ تو اپنے اوامر اور نواہی سے انسان کو ہلاکت کی راہوں سے بچانے اور دکھوں سے نجات دینے کے لئے ہی آئی تھیں۔ مگر اسکی حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ کہ ھدی للمتقین۔ کہ صرف دکھوں سے ہی بچانا اس کا کام نہیں۔ بلکہ ہلاکت و گمراہی سے بچنے والوں کو آگے بھی ترقی دیتی ہے۔ اور آئندہ ترقیات کی انتہا یوں فرمائی۔ کہ اولئک علیٰ ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون۔ یہ کتاب ایسی ترقیات عطا کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو ہلاکت سے بچنے کے لئے اپنے پالنے والے معبود حقیقی کی بیان کردہ شاہراہ پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ وہی لوگ فلاح یا بالفاظ دیگر انسانی زندگی کے مقصد اعظم کو پانے والے ہوتے ہیں۔ اور پھر اسی رکوع میں اللہ تعالےٰ نے فلاح حاصل کرنے کے ذرائع بیان فرمائے۔ کہ انسان اس آخری نجات کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ ان ذرائع کی تشریح کرنے سے قبل میں نجات کی اقسام حاضرین کے سامنے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا دیگر اقسام سے اس آخری نجات کا امتیاز ظاہر ہو جاوے۔ اور معلوم ہو سکے۔ کہ اس آخری نجات کے حاصل کرنے میں ایسی نجات کا ملنا بھی ضروری ہے اور جب ایسی نجات مل جاوے۔ تو انسان کو اس پر ہی اکتفا نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ مزید ترقی کرے۔ اور جب تک آخری نجات نہ ملے کوشش کرتا چلا جاوے۔ (باقی آئندہ)

افغانستان میں شاہ گردی

ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ امان اللہ خاں شاہ افغانستان نے یورپ سے واپسی پر اپنی سلطنت میں مندرجہ ذیل اصلاحات جاری کرنیکا حکم دیا تھا (۱) عورتوں کا پردہ منسوخ۔ (۲) سب لوگ انگریزی لباس پہنیں (۳) کثرت ازدواج کی ممانعت (۴) لڑکیوں کے لئے تعلیم ضروری (۵) سرکاری ملازم کسی پیر کے مرید نہ ہوں (۶) فوج میں جبراً بھرتی کیجائے (۷) جمعہ کی جگہ اتوار کو تعطیل ہوا کرے (۸) ڈاڑھی صفاچٹ کرائی جائے (۹) سر پر انگریزی ہیٹ ٹوپی پہنی جائے۔ (۱۰) پگڑی کوئی نہ باندھے۔ ان اصلاحات سے افغانوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ اور افغانی ملاؤں نے عوام کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ جس کے نتیجہ میں بہت ہی جلد بقول سرکاری اخبار "امان افغان" نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا کہ شاہ افغانستان نے جو پروگرام سوشل اور مذہبی اصلاحات کا اپنے ملک میں شائع کیا تھا۔ وہ تقریباً سارا ہی منسوخ کر دیا ہے۔ اس کے بعد کی تازہ خبر یہ ہے۔ کہ امان اللہ خاں اپنی ملکہ ثریا کو لیکر قندھار بھاگ گیا۔ اور تخت افغانستان پر اپنے بڑے بھائی عنایت اللہ خاں کو بٹھا گیا ہے۔ جو اصلی ولیعہد تھا۔ مگر قدرت نے ایک اور انقلاب یہ کیا۔ کہ بچہ سقو جس نے اپنا نام حبیب اللہ غازی رکھا ہے۔ اپنی قوت بازو سے عنایت اللہ خاں کو تخت سے برطرف کر کے قلعہ میں محصور کر دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قابل توجہ گورنمنٹ

ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے واجب التعظیم نظام کی توہین ہندو اخبار میں

جس قدر ہندوؤں کو اپنے پروپیگنڈا کے ماتحت ہندو سوراج کی جلد ملنے کی توقعات بڑھ رہی ہیں۔ اسی قدر یہ قوم باقاعدہ نظام کے ماتحت اپنی قوم کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق منافرت اور بغض و عناد اور عداوت و شقاوت کا بیج بوتی جا رہی ہے۔ تاکہ مزعومہ ہندو سوراج ملتے ہی مسلمانوں کو کچل کر صفحہ ہند سے یک لخت مٹا ڈالیں۔ ہندوؤں نے اپنے شوریدہ پروپیگنڈا کی بنا پر گورنمنٹ کو خوف زدہ کرنے میں بہت حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور یہی مقصد تھا ہندو مسلم اتحاد کی میٹھی لوری کا۔ اب ان کو مسلمانوں کی پریشانی برابر بھی پرواہ نہیں رہی۔ بات بات پر اور ذرا ذرا سے اختلاف پر نہایت حقارت اور رذالت سے اُن مسلمان لیڈروں کو بھی جھاڑ دیتے ہیں۔ جن بیچاروں نے اپنا تن من دھن اور قوم تک ان پر نثار کر دیا ہوا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں بندے ماترم نے نہایت خفیف سے اختلاف پر ڈاکٹر محمد عالم جیسے فدائی کو بے نقط سنا ڈالیں۔ جس پر کسی مسلمان لیڈر اور اخبار کو چوں تک کی جرأت نہ ہوئی۔

ہندوؤں کی دیدہ دلیری اور جرأت اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ اب علانیہ وہ مسلمانوں کے خلف و سلف بزرگوں کی توہین کرنے اور موجودہ بزرگوں کی تحقیر کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ حال میں ۱۲ جنوری کے گرو گنتھال میں سیاہ بخت لکھنے والے نے مسلمانوں کے واجب التعظیم نظام کو نہایت ہی کمینہ رنگ میں توہین آمیز الفاظ میں یوں مخاطب کیا۔ کہ "نالائق اور جابر نظام اپنی رعایا کو تنگ کر کے اسے اپنا مخالف نہ بنا لینا۔ تو آج اُسے یہ روز بد دیکھنا کیوں نصیب ہوتا" نقل کفر کفر نباشد کی بنا پر ضرورتاً یہ الفاظ میں نے نقل کئے ہیں۔ ورنہ خدا شاہد ہے۔ کہ ان لفظوں کے لکھتے ہوئے بھی میرے دل نے کس قدر لرزہ کھایا؟ افسوس نہ ہوئی گورنمنٹ برطانیہ ورنہ اس بکواس اور کمینہ حرکت کا مزا چکھا دیتی۔ موجودہ ہندو گروی کی شہ پر ہندو اخباروں اور لیڈروں کو یہ کمینہ جرأت کرنے کا موقعہ ملا ہوا ہے۔ ورنہ یہ کوئی بات ہے۔ کہ اگر کوئی معمولی ججوں یا ہائیکورٹ کے کسی چھوٹے بڑے جج یا کسی حاکم کی شان میں اس قسم کے یا اس سے بھی کم وزنی الفاظ استعمال کئے جاتے۔ تو گورنمنٹ اس طرح آنکھوں پر پٹی باندھ کر خاموش رہتی ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

بلکہ عام طور پر جیسا کہ مشاہدہ بتاتا ہے۔ کہ اگر ہیچ قسم کے جرم پر کسی ہندو پر مجبوراً مقدمہ چلانا بھی پڑا۔ تو پھر چند ہی روز میں بیلنس کسی مسلمان کی گرفتاری سے پورا کیا جاتا ہے ؎

پس اس موقعہ پر ہم بھی ہندوستانی گورنمنٹ کو نہیں بلکہ اس گورنمنٹ کو جو برطانیہ سے تعلق رکھتی ہے بزور استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک واجب التعظیم نظام کی جو نہایت ہی کمینہ رنگ میں توہین کر کے جملہ مسلمانان ہند کے دلوں کو ناقابل تلافی زخم پہنچایا گیا ہے۔ اپنے باہمی خوشگوار تعلقات کی بنا پر جو گورنمنٹ اور نظام کے درمیان ہیں اس بدلگام اخبار سے گورنمنٹ برطانیہ کی توہین کے برابر باز پرس کرے۔ ورنہ کم از کم اسقدر ہی سہی۔ جس قدر معمولی ہائیکورٹ کے ججوں یا حاکم ضلع کی توہین کی بنا پر کی جاتی ہے۔ حالانکہ نظام کی حیثیت سے ان کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی نظام کی عزت دریاست اور ننگ و ناموس کے تحفظ کی ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے گورنمنٹ برطانیہ کا فرض ہے کہ بغیر کسی خارجی تحریک کے اپنے فرض کی ادائیگی کرے۔ ورنہ بصورت خاموشی ہر شخص یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا۔ کہ یہ سب کچھ گورنمنٹ برطانیہ کے ایما سے کیا جا رہا ہے۔ کہ ایک بے حیثیت ہندو بھی اٹھکر اتنی بڑی ہستی کی شان میں ایسی گستاخی کرے۔ اور سات کروڑ مسلمانوں کو ہی نہیں۔ بلکہ دور و نزدیک کے مسلمانان عالم کا دل دکھاوے۔ اسی اخبار گرو گنتھال میں صرف حضور نظام کی توہین نہیں۔ بلکہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ جیسے مقدس اور پاک نفس انسان کو بھی۔ ظالم۔ بے رحم۔ ریاکار اور مکار۔ انسانیت کے لئے لعنت وغیرہ جیسے ناپاک الفاظ سے یاد کیا گیا ہے اگرچہ گورنمنٹ کی ہندو نوازی کے اصول کے ماتحت مسلمان کالمیت ہو رہے ہیں۔ مگر ایسے بے حس اور بے غیرت نہیں ہو گئے۔ کہ ان کے بزرگوں کی اس طرح دھوتی اور چوٹی اٹھ کر توہین کرے۔ اور مسلمان خاموشی سے سنتے رہیں۔ اگر بقول گرو گنتھال گورنمنٹ برطانیہ اور نظام کی باہمی کچھ شکر رنجی بھی ہے تو اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ گورنمنٹ کی رعیت کے ذلیل ترین انسان بھی اٹھ کر نظام جیسے واجب الاحترام حکمران کی توہین کریں۔ اور اس طرح سفاکانہ اور بے باکانہ طور پر بازاری گالیاں دینی شروع کریں گورنمنٹ برطانیہ ٹھنڈے دل سے سوچے۔ کہ اگر گورنمنٹ کے کسی اعلیٰ رکن یا وائسرائے کے حق میں یہی گندے الفاظ استعمال کئے جاتے۔ تو کیا گورنمنٹ خاموش رہتی۔ واجب الاحترام نظام بھی اگرچہ ایک بہت بڑا خود مختار والئے ریاست ہے۔ مگر گورنمنٹ ہند کا زبردست بازو ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ برطانیہ کا اعلیٰ ترین رکن ہے۔ اور کئی کروڑ رعایا کا واجب الاطاعت بادشاہ ہے۔ پس گویا اس کی عزت کا پاس کرنے میں گورنمنٹ برطانیہ کی عزت ہے بقول گرو گنتھال اگر باہمی شکر رنجی بھی ہے۔ تو اس کا اندفاع اور ازالہ بہتر صورت سے ہو سکتا ہے کسی معمولی سے معمولی ہندو زادہ کو اگر کہیں تھوڑا سا دھکا بھی لگ جائے۔ تو ہر طرف سے ہندو کائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کائیں شروع کر دیتے ہیں۔

بھلا کیا مسلمانوں کے ہاتھ میں قلم اور منہ میں زبان نہیں۔ پچانوے فیصدی مسلمانان کشمیر کے حال زار سے کون شخص ناواقف ہے۔ پھر مہاراج کشمیر کی ولایت میں تازہ نقل و حرکت اور بصد مشکل واپس کشمیر آنیکی اجازت کے اسرار کون نہیں جانتا۔ مگر کیا کسی مسلمان نے باوجود مظلوم مسلمانان کشمیر کی صریح حق تلفی دیکھنے کے اس طرح کھینہ طور پر شماتت اعداء کا بدترین نمونہ دکھایا۔ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ باوجود ہندوؤں جیسے محسن کش اور بے وفا لوگوں کو پنج ہزاری اور ہفت ہزاری منصب پر سرفراز کرنے اور غدار اور مکار اور عیار سیواجی اور اس کے شقی لڑکے سنبھاجی کی بار بار کی عیاری اور محسن کشی کے ان پر احسان کرنے کے اور اعیان حکومت میں بیشتر حصہ ہندوؤں کا بھرتی کرنے کے پھر بھی خاکش بدہن گورو گنتھال کے بد خیال میں بے رحم اور عیار اور مکار ہے۔ اور واجب التعظیم نظام باوجود اپنی قلمرو کے سیاہ و سفید کے مالک ہونے کے منصب کا قلمدان ایک ہندو کے ہاتھ میں سپرد کرنے اور ہندوؤں کے حقوق کی دیگر تمام ہندوستانی ریاستوں سے زیادہ رعایت رکھنے اور مندروں اور تیرتھوں اور ہندو بیوگان اور ہر ایک مقام کے لئے لاکھوں کروڑوں روپیہ دان کرنے کے پھر نالائق اور جابر اور کنجوس ہے تو پھر دنیا کی تمام ڈکشنریوں میں ایک عظیم الشان تبدیلی واقع ہوگی۔ کہ اگر ہندو ظلم اور جبر اور تشدد اور غداری کریں۔ تو اس کے لغوی معنے رحم۔ عدل مہربانی اور شفقت ہوگی۔ اور اگر مسلمان احسان مروت عدل اور شفقت کریں۔ تو اس کے معنے ظلم جبر وغیرہ ہونگے۔ نظام صرف اس لئے مجرم ہے۔ کہ مسلمانی کا ٹیکہ اس کے ماتھے پر لگا ہوا ہے۔ فقط اس جرم کی پاداش میں یہ گالیاں دی جا رہی ہیں۔ ورنہ بھرت پور۔ دھول پور کے تازہ واقعات ظلم۔ اندور و دیگر ہندو ریاستوں کے مظالم ان کے اپنے اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کا کبھی خیال تک بھی آیا۔ غرضیکہ ہندوؤں کی ذہنیت گورنمنٹ کی جاد بیجا چشم پوشی۔ رعایت بلکہ میں کہوں گا۔ کہ ہندوؤں کے پروپیگنڈے کے خوف سے ہندو نوازی کرنے سے کچھ ایسی بن گئی ہے۔ کہ وہ کام جو ہندوؤں کے پروگرام میں ہندو سوراج کے شروع ہونے پر تکمیل پذیر ہونے ہیں۔ وہ ابھی سے شروع ہیں۔ اور دہلی کی مسلم آل پارٹیز کانفرنس اور کلکتہ کی لیگ وغیرہ کے جلسوں کے انعقاد سے ہندو مسلم اتحاد کے بینگنی اور خطل نما رنگ میں بھنگ پڑ گئی ہے۔ اور مسلمانوں میں اپنی ہستی کے مستقبل خطرہ کا ایک احساس ہو کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آنے لگا ہے۔ اسوقت عوام تو بجائے خود رہے۔ ہندوؤں کے خواص لیڈر بھی جو نہایت میٹھی چالوں سے مسلمانوں کو بہلانے کی ڈیوٹی پر متعین تھے۔ اپنے پر وبال جھاڑ کر ننگے ہو گئے ہیں۔ غرضیکہ اب ضروری ہے۔ کہ مرتا کیا نہ کرتا مسلمان اگرچہ سلامتی کے پتلے واقع ہوئے ہیں۔ مگر عزت اور ننگ و ناموس پر مر مٹنے کا مادہ ابھی تک اپنے اندر رکھتے ہیں پس اگر اس وقت گورنمنٹ برطانیہ نے گرو گنتھال کی اس شرارت پر کافی نوٹس نہ لیا۔ تو لازماً اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوؤں کی یہ دلآزاری والی بڑھتی ہوئی رَو کوئی اور رنگ لائے۔ جس کی ذمہ واری گورنمنٹ اور ہندو جاتی پر عائد ہوگی ؛

اس کے بعد میں ہندو لیڈروں کو تو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کے دھرم اور اصول کے ماتحت غیر قوموں سے ایسا ہی سلوک کرنا چاہیئے اس لئے میرے نزدیک قابل ملامت ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر ان کی نظر میں ایسے افعال جو مسلمانوں اور دیگر شریف اقوام کے نزدیک واقعی افعال شنیعہ ہیں۔ بُرے ہوتے۔ تو ہم سے پہلے وہی اپنے ایسے بد لگام چھوٹے بڑوں کو لگام دیتے اور باز رکھتے اور کہتے کہ دیکھو جی ایسی باتیں اس وقت نہ کرو۔ عنقریب گورنمنٹ کی مہربانی سے ہندو سوراج ملنے والا ہے۔ اگر ابھی سے ہمارے آئندہ ہونے والے لچھنوں کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ تو دوسری قومیں چوکنی ہونگی۔ اور ممکن ہے کہ مسلمانوں کی بیداری سے گورنمنٹ بھی ہوشیار ہو کر ہماری نااہلیت اور کم حوصلگی اور اخلاقی کمزوری سے واقف ہو جائے۔ اور سوراج کو ملتوی کر دے مگر سچ ہے۔ تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ ایسی سوجھ تو اس قوم کو آسکتی ہے۔ جس نے کبھی نہ کبھی حکومت اور اقتدار حاصل کیا ہو۔ ہندوؤں کیلئے تو یہ "چہ داند" والی مثال ہے۔ بہرحال مسلمانوں کو اس معاملہ کے متعلق پورے زور سے پروٹسٹ کرنا چاہیئے ۱۲ر جنوری کے گرو گھنٹھال کے مضامین قریباً تمام کے تمام شرر انگیز ہیں۔ اسلام کے خلاف جن کتب کا اشتہار ہے۔ وہ بھی سخت دلآزار ہے۔ غرضیکہ یہ پرچہ گندگی کا پلندہ ہے۔ اس کے متعلق ہر جگہ اظہار ناراضگی کے جلسے کر کے ریزولیوشن پاس کئے جاویں۔ اور ہندوؤں کی آئندہ اور موجودہ چالوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جاوے۔ واجب الاحترام نظام کی ہستی معمولی ہستی نہیں۔ ہندوستان کی ہزاروں مساجد میں ان کے نام کا خطبہ ہوتا ہے۔ اس لئے جمعہ کے روز ہی یہ جلسے تمام مساجد میں کریں۔ مسلمانوں کے جملہ اخبارات اور تمام فرقوں کو اس معاملہ میں متفقہ آواز اٹھانی چاہیئے باہمی تباغض اور تحاسد کو کچھ عرصہ کے لئے موقوف کر دیں۔ کیونکہ دشمن سر پر ہے۔ اس کو مسلمانوں کی اندرونی اختلاف سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ قوم اسلام کے نام کو ہی یکسر مٹانا چاہتا ہے۔ خواہ کوئی شیعہ ہو یا سنی۔ احمدی ہو یا نیچری۔ یہاں مذہب کا سوال ہی نہیں۔ قوم اسلام کا سوال ہے۔ جس طرح ایک گاؤں میں کوئی بھیڑیا آجائے۔ تو اس گاؤں والے باوجود اختلاف قوم و مذہب کے سب ایک ہو کر بھیڑیئے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہی کیفیت مسلمانوں کی ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے۔ آمین ؛ (فخرالدین ملتانی)

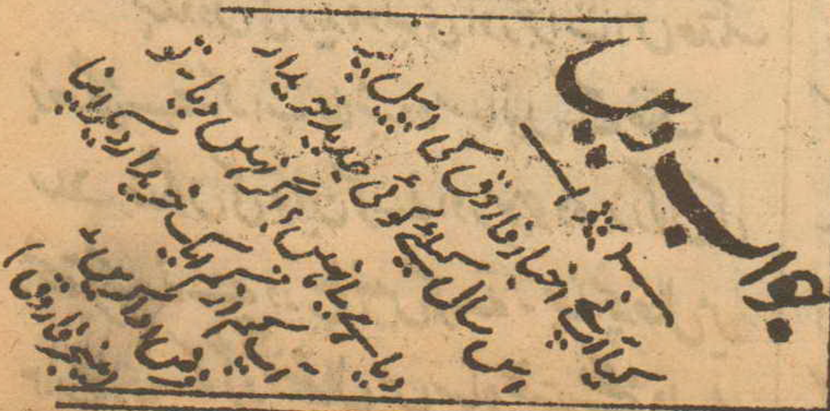

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارا نبی

(گذشتہ سے پیوستہ)

سوال نمبر ۵۱:۔ طائف سے واپسی پر مکہ میں جو سلوک آنحضرت صلعم سے ہوتا رہا۔ وہ کیسا تھا؟

جواب:۔ طائف سے واپسی پر بھی رسول کریم صلعم کو مکہ میں مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مثلاً ایک دفعہ جب آپؐ راستہ میں سے گذر رہے تھے۔ تو آپؐ کے سر مبارک پر کسی شقی نے کوڑا ڈال دیا۔ گھر پہنچے تو حضرت فاطمہؓ آپ کا سر دھلاتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا "بیٹی رو نہیں۔ خدا تیرے باپ کی مدد کرے گا۔ اسی زمانہ میں کسی نے آپ کے کھانے کے برتنوں میں غلیظ اوجھ کے ٹکڑے ڈال دیئے آپؐ انہیں چھڑی پر لٹکا کر باہر لے آئے اور فرمانے لگے "اے عبد مناف کے بچو یہ کیا اچھا حق ہمسائیگی ہے"

سوال نمبر ۵۲:۔ طائف سے واپس آکر آنحضرت صلعم نے تبلیغ کا سلسلہ کس طرح پر شروع کیا؟

جواب:۔ مکہ میں واپس آکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنا شروع کیا۔ کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز جبکہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ انہیں فرمایا۔ کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمےٰ ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سن کر رسول کریم صلعم سے پوچھا۔ کہ اگر ہم آپؐ کی بات مان لیں۔ اور آپؐ مخالفوں پر غالب آجائیں۔ تو آپؐ یہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ آپؐ کے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہیگا میرے بعد اسے مقرر کرے گا۔ بحیرہ بولا خوب اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں۔ اور جب تمہارا کام بن جاوے۔ تو مزے کوئی اور اوڑائے جاؤ ہم کو تمہارے کام سے کوئی سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضورؐ کے رفیق ابوبکرؓ رہتے تھے۔

سوال نمبر ۵۳:۔ باہر سے جو قبائل حج کیلئے آتے تھے۔ ان میں رسولِ کریم صلعم کی تبلیغ کا کیا طریق تھا۔ اور نبوت کے گیارھویں سال میں کون کون ایمان لایا؟ ان کے کیا نام ہیں؟ بیعت عقبہ اولیٰ کا حال بتاؤ؟

جواب:۔ باہر سے جو قبائل حج کے لئے مکہ میں آتے۔ ان میں آنحضرت صلعم ہمیشہ تبلیغ فرماتے۔ ابولہب اور ابوجہل آپؐ کے پیچھے پیچھے رہتے۔ اور آپؐ کو بُرا بھلا کہتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ نبوت کے گیارھویں سال اور ۶۲۰ء میں حج کے موقعہ پر قبیلہ خزرج کے چند لوگوں سے حضورؐ شہر مکہ کے چند میل پرے مقام عقبہ پر ملے۔ یہ جگہ حرا اور منیٰ کے درمیان ہے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا۔ "مَنْ اَنْتُمْ" آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم قبیلہ خزرج سے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اَفَلَا تَجْلِسُوْنَ حَتّٰی اُکَلِّمَکُمْ ذرا بیٹھ نہ جاؤ۔ کہ کچھ باتیں کرلیں۔ وہ بیٹھ گئے اور آپؐ نے پیغام توحید پہنچایا۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ ۶ آدمی اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) ابو اماء اسعد بن زرارہ۔ (۲) عوف بن الحارث۔ (۳) رافع بن مالک (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ (۵) عقبہ بن عامر بن نابی۔ (۶) سعد بن ربیع الاستیعاب۔ چونکہ مقام عقبہ پر یہ لوگ اسلام لائے۔ اس لئے اس واقعہ کو بیعت عقبہ اُولیٰ کہتے ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دین حق کے سچے منادبن گئے اور ہر ایک کو یہ خوشخبری سناتے۔ کہ وہ "نبی" جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آگیا۔ ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا۔ ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار دیکھا۔ اور اُس نے ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے؟

سوال نمبر ۵۴:۔ نبوت کے گیارھویں سال اور ۶۲۰ء میں جو اشخاص قبیلہ خزرج کے مقام عقبہ پر مسلمان ہوئے۔ انہوں نے جو واپس مدینہ میں جاکر آنحضرت صلعم کی بعثت کی خوشخبری سنائی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب:۔ ان لوگوں کی بشارت لے جانے کا یہ نتیجہ ہُوا۔ کہ یثرب (مدینہ) کے گھر گھر میں آنحضرت صلعم کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال یعنی ۱۲ سنہ نبوت اور ۶۲۱ء کو یثرب کے بارہ باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

سوال نمبر ۵۵:۔ ان بارہ اشخاص کا جنہوں نے ۱۲ سنہ نبوت میں اسلام قبول کیا کیا نام ہیں۔ اور جن باتوں پر آنحضرت صلعم سے بیعت کی۔ وہ کیا ہیں؟

جواب:۔ ان کے نام یہ ہیں۔ معاذ بن حرثؓ۔ ذکوان بن عبد قیسؓ۔ خالد بن مخلدؓ۔ عبادہ بن صامتؓ عباس بن عبادہؓ۔ ابوالہیثمؓ۔ عویم بن ساعدہؓ۔ ابو اماۃؓ۔ عوف بن الحارثؓ۔ رافع بن مالکؓ۔ قطبہ بن عامرؓ۔ عقبہ بن عامرؓ۔ بیعت کی پانچ شرائط یہ تھیں۔

اوّل۔ ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

دوم۔ ہم چوری و زناکاری کبھی نہ کریں گے۔

سوم۔ ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے۔

چہارم۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کرینگے۔

پنجم۔ ہم نبیؐ (آنحضرت صلعم) کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کرینگے۔

سوال نمبر ۵۶:۔ جب یہ لوگ مدینہ کو واپس جانے لگے۔ تو رسول اللہ صلعم نے ان کی تعلیم کے لئے کیا انتظام فرمایا؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب:۔ جب یہ لوگ اپنے وطن یثرب (مدینہ) کو واپس جانے لگے۔ تو آنحضرت صلعم نے اُن کی تعلیم کے لئے مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ کر دیا۔

سوال نمبر ۷:۔ مصعب بن عمیرؓ کون تھے۔ اسلام لانے سے قبل اور اسلام لانے کے بعد کی حالت اُن کی کیسی تھی؟

جواب:۔ مصعب بن عمیرؓ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جن کی اسلام لانے سے پیشتر یہ حالت تھی کہ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر قیمتی پوشاک ہُوا کرتی تھی۔ دو سو روپے سے کم قیمت کی پوشاک کبھی نہ پہنتے تھے۔ مگر جب اُن کو اسلام کی طفیل روحانی عیش حاصل ہُوا۔ تو تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انہوں نے بالکل چھوڑ دیا۔ جن دنوں میں مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہوتا تھا جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

(خانصاحب) عبدالمجید خان عدالتی ڈہلواں)

جناب مولوی محمد علی صاحب کے نادان دوست

کسی نے کیا سچ کہا ہے۔ کہ نادان دوست دانا دشمن سے بدتر ہے۔ ۸ر جنوری ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں کسی شخص سمی شیر محمد خاں بزدار نے اپنا حق عقیدت و ارادت پورا کرنے کے لئے جناب مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے مسئلہ نبوت میں وکالت اختیار کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ بے شک مولوی محمد علی صاحب نے اپنی پہلی تحریروں میں حضرت صاحب کو نبی لکھا ہے۔ مگر حقیقی کا لفظ تو نہیں لکھا۔ اور نہ ہی ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت صاحب کو نبی نہیں لکھا

ناظرین کرام کیا ہی مضحکہ خیز نتیجہ ہے۔ جو اپنا جواب آپ ہی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں نادان دوستی۔ ممی نبردار صاحب کم از کم مولوی محمد علی صاحب کے طویل سکوت سے محسوس کر لیتے۔ کہ اس تبدیلی عقائد والے مسئلہ کے پتھر کو سر کانا آسان کام نہیں۔ ورنہ اگر ذرا بھر بھی مولوی صاحب موصوف کو گنجائش ملتی۔ تو کیا وہ فرق کرنے والے تھے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اہل قلم ہیں۔ وہ تو ایک رتی کو ایک من کر کے دکھاتے۔ مگر وہ خوب دانا اور سمجھدار ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔ مذکورۃ الصدر منطقیانہ نتیجہ کا حل تو میرے پاس بھی بجز خاموشی کے اور نہیں۔ البتہ ایڈیٹر پیغام کو اتنا مشورہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اوروں کے متعلق نہیں تو کم از کم جناب مولوی محمد علی صاحب کی مقدس ہستی جن کے ایک ذرا سے اشارے پر ہزاروں کا مجمع جو خواجہ صاحب کی ذات والا صفات کے متعلق گفت و شنید میں پُر شور حصہ لے رہا تھا خاموش ہو گیا ایسے معزز اور واجب الاطاعت امیر اور دو ووٹوں کے مالک پریذیڈنٹ کے متعلق مضامین کو اپنے سے زیادہ مبصر اور قابل لوگوں سے سنسر کرا کر شائع کیا کریں۔ بھلا آپ ہی انصاف لگتی کہیں۔ کہ میں اس اصول متعارفہ کا کیا جواب دوں۔ کہ بیشک مولوی صاحب نے حضرت صاحب کو نبی لکھا۔ . . . . مگر ثابت ہُوا کہ نبی نہیں لکھا۔ کیا ہی کچی بات ہے۔ اس طرح تو ہم بھی کہنے کے حق دار ہیں۔ کہ چونکہ مولوی صاحب نے لفظ نبی کے ساتھ مجازی نہیں لکھا۔ اس لئے ثابت ہُوا۔ کہ آپ حقیقی تشریعی نبی حضرت صاحب کو مانتے ہیں۔ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے خود حضرت مولوی محمد علی صاحب تو اپنی سابقہ تحریروں میں بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے انبیاء کے زمرہ میں لکھیں۔ اور خلفاء کرام اور سبطین تک جیسے مقدس وجودوں سے شباہت دینے یا ان میں سے شمار کرنے پر بھی خواجہ غلام الثقلین کو دھتا بتلا دیں اور صاف لفظوں میں لکھیں۔ کہ حضرت مسیح ناصری جیسے انبیاء کے زمرہ میں حضرت مرزا صاحبؑ ہیں۔ ریویو جلد ۵ ص۳۲۲۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ صریح الفاظ میں اپنے رسالہ احمدؐ انگریزی میں تحریر فرما دیں۔ کہ سلسلہ احمدیہ اسلام کے ساتھ وہی مناسبت رکھتا ہے۔ جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی۔ اب بتایئے۔ کفر و اسلام کے مسئلہ کے اثبات میں کونسی کسر باقی رہی۔ عیسائیوں سے یہودیوں کے متعلق فتویٰ دریافت کر کے صاف مولوی محمد علی صاحب کا فتویٰ کفر غیر احمدیوں کے بارے میں معلوم ہو جائیگا۔

مزید برآں میں ایک اور آسان طریقہ فیصلہ کا پیش کرتا ہوں۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب حلفیہ بیان شائع کر دیں۔ کہ ریویو کی ایڈیٹری کے زمانے میں جہاں کہیں بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے حق میں میں نے نبی۔ پیغمبر آخر زمان۔ برگزیدہ رسول۔ منہاج نبوت وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس سے میرے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی محدثیت۔ بروزی نبوت یعنی نفی نبوت مراد تھی۔ نہ کہ حقیقی نبوت جیسے حضرت مسیح ناصری وغیرہم۔ اور اگر کہیں روانی قلم میں منہاج نبوت پیش کرتے کرتے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام بھی لکھا گیا ہے یا خواجہ غلام الثقلین کو جھاڑ بتائی گئی ہے۔ کہ خلفاء اربعہ اور سبطین وغیرہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کے بروزی ظلی نبی تھے۔ ان میں حضرت مرزا صاحب نہیں ہیں۔ تو یہ ان کا سہو ہے ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اتنی سی بات پر قادیانیوں کا ہمیشہ کے لئے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر کم از کم تبدیلی عقائد کا مسئلہ تو وہ پیش نہیں کر سکیں گے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کی اس بارے میں طویل خاموشی کو میرے دوست مجرمانہ خاموشی قرار دیتے ہیں۔ مگر میں بوجہ اپنی حسن عقیدت اور ارادت کے جو مجھے مولانا موصوف سے ہے۔ اس قسم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اظہار خیال کی ہرگز جرأت نہیں کرتا۔ میرا اب بھی گمان واثق ہے۔ کہ مولانا موصوف اسی طرح اخلاقی جرأت سے کام لے کر انکشاف حق کرینگے۔ جس طرح مسیح بن باپ کی ولادت کے متعلق مولانا موصوف اور ان کے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے برملا حضرت مسیح موعود کے صریح محکم اور پیہم حوالجات اور اعتقادات کے خلاف اپنا اظہار خیال کیا ہے۔ اور کسی لومۃ لائم نے ان کو نہیں روکا۔ البتہ میرے بھولے بھالے اور سادہ لوح نامہ نگار کا خاتم الکتب اور خاتم النبیین کے الفاظ سے یہ دھوکا کھانا یا دھوکا دینا واقعی قابل رحم فعل ہے ہم تو بارہا عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہم قادیانی لوگ قرآن کریم کو خاتم الکتب اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین پہلے بھی مانتے تھے۔ اور اب بھی بعینہٖ ویسا ہی مانتے ہیں۔ ہاں ہم مولوی محمد علی صاحب کی طرح "خاتم النبیین" مانتے کے باوجود نبوت کا دروازہ بند نہ ہونے پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت کی ختم نبوت آپ کے کسی بروز کو آنے سے نہیں روکتی۔ البتہ آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں آسکتی۔" ریویو جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ تو گویا ہم اور مولوی محمد علی صاحب ۱۹۰۲ء والے اس مسئلہ میں ایک ہیں۔

پس اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ نکلا۔ کہ بموجب عقائد مولوی محمد علی صاحب حضرت صاحب۔ حضرات خلفاء اربعہ یا سبطین کی طرح بروزی نبی نہیں بلکہ حضرت مسیح ناصری وغیرہم انبیاء جو آنحضرت صلعم سے پہلے گذر چکے ان کی طرح نبی ہیں۔ دوسرے حضرت صاحبؑ کو نہ ماننے والے یہودیوں کی طرح ہیں۔ یعنی جو فتویٰ عیسائی یہودیوں کے حق میں دیتے ہیں۔ وہی فتویٰ مولوی محمد علی صاحب کا غیر احمدیوں کے حق میں ہے۔ اس پر بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا +

دیرینہ خادم

(فخر الدین ملتانی)

خلافت محمودیہ اور فرشتوں کا ورود

(گذشتہ سے پیوستہ)

سفیانی کے بارے میں یہ روایت بھی قابل غور ہے۔ لکھا ہے۔ کہ سفیانی "خروج کند از وادی یابس در احوال خود از کلب و خطبہ خواند بر منابر دمشق چوں گذر کند بر موضع عین التمر خدا تعالےٰ ایمان از دل وے و لشکریاں وے محو سازد و رواں شود۔ و برسد بر سر کوہ طلاء و خنگ کند" دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۸ واقعات نے جو اس کا مطلب سمجھایا ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص جو وادی یابس سے نکل کر یعنی ان لوگوں کو چھوڑ کر جو اس امت میں سے کسی نبی کے ظاہر ہونے اور اس کے ساتھ خدا تعالےٰ کے مکالمہ مخاطبہ کرنے سے بالکل مایوس اور ناامید ہیں اس دمشق میں آیا اور اس کے منابر پر کچھ مدت تک خطبہ پڑھتا اور لیکچر دیتا رہا جس میں خدا کا مسیح نازل ہوا۔ لیکن جب عین التمر کے موقعہ پر پہنچا۔ یعنی وہ زمانہ آیا۔ جس میں خدا نے چاہا۔ کہ اس امت کو جس کا پھل سوکھ کر خشک کھجور کی طرح ہو گیا۔ اس کو اس چشمہ نبوت سے پانی پہنچانے کا سامان پیدا کرے۔ جس کی نسبت پہلی کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ کہ یروشلم (قادیان) میں سے جیتا پانی جاری ہوگا۔ (ذکریاہ) یعنی احمد نبی کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا۔ اس شخص کا پہلا ایمان محو ہو گیا۔ اور کوہ طلاء" یعنی بڑے بڑے آدمیوں سے ملکر اندر ہی اندر جنگ کی طیاری شروع کر دی۔ اور دوسری آواز تک جس کا حوالہ ذیل میں درج ہے اس سفیانی نے لشکر کے طیار کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ لکھا ہے۔ کہ سفیانی کے فتنہ کے وقت آسمان سے منادی آواز دیگا" کہ اے مردمان... والی ساخت بر شما خیر امت محمد صلعم را پس لاحق شود او ایمکہ گمان کرد کہ او مہدی ست و نام او احمد بن عبد اللہ است" (صفحہ ۳۱۷) اس سے ظاہر ہے۔ کہ آسمانی آواز یعنی وحی الٰہی مہدی علیہ السلام کو احمدؐ کے نام سے بھی پکاریگی۔ چنانچہ حضرت اقدس کو خدا تعالےٰ کی وحی میں کئی جگہ احمدؐ کہا گیا (۱) یا احمد بارک اللہ فیک (صفحہ ۱۲) (۲) یا احمد فاضت الرحمۃ علیٰ شفتیک (صفحہ ۱۲) یا احمد یتم اسمک (۳) بورکت یا احمد (صفحہ ۱۸) (۵) یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ (صفحہ ۲۲) (۶) یا احمدی انت مرادی وغیرہ۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت کوئی شخص ایسا بھی موجود ہوگا۔ جو لوگوں کو اس جماعت میں شامل ہونے سے روکے گا۔ جو مہدی علیہ السلام کو احمدؐ سمجھتی ہوگی۔ اس لئے اس شخص کے فتنہ اور وسواس کو دور کرنے کے لئے احمدؐ کی آواز آئیگی۔ کہ اے لوگو اس فتنہ انداز کے پیچھے چلکر احمدؐ کو نہ چھوڑنا۔ لکھا ہے۔ کہ اس آواز کے بعد "دیگر ایں آواز آوازے دیگر پیدا آید۔ کہ ایں منادی راست گفتہ ہست" (صفحہ ۳۲۶) ایک اور آواز پیدا ہوگی۔ کہ منادی نے سچ کہا۔ یعنی احمدؐ کی بیعت کے لئے جب دوسری آواز پیدا ہو گی۔ تو سفیانی بمعہ اپنے لشکر کے میدان جنگ میں اتر پڑے گا۔ ادھر انصار حق بھی اصحاب بدر کی طرح خلیفہ کی بیعت سے مشرف ہو کر مقابلہ کے لئے طیار ہو جائینگے۔ ندا کرنے والا لوگوں کو کہے گا" ایھا الناس برید خدا تعالےٰ از شما جبارین و منافقین و اشیاع ایشانرا" کہ اے لوگو آج خدا تعالےٰ نے منافقین اور ان کے ساتھ میل و جول رکھنے والوں کو تم سے جدا کر دیا ہے۔ یعنی اب تم احمدؐ کی خالص جماعت ہو۔ اس دن کو جس میں منافقین جدا کئے جائیں گے۔ حدیث میں یوم الخلاص کہا گیا ہے۔ اس روز کی کہ جب خلیفہ برحق اور سفیانی کی آپس میں جنگ ہوگی۔ یہ علامت لکھی ہے" اسما بنت عمیس گفتہ علامت ایں روز آنست کہ ظاہر شود پنجہ از آسماں آویختہ شدہ (صفحہ ۳۲۶) دوسری جگہ ہے" دیروں آمد آوازے دستے کہ اشارہ کند بسوئے مہدی بہ بیعت اخرجہ ابو نعیم عن ابن عمرؓ پیشگوئیوں میں باریک در باریک اشارات پائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پنجہ یا ہاتھ کا آسمان پر دکھائی دینا اس میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمانی مدد اور تائید اس خلیفہ کے ساتھ ہوگی۔ اور آسمانی قضاء و قدر احمد نبی کے ثبوت میں ایک زبردست نشان عذاب کے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کریگی۔ جس عذاب کو پانچ کے عدد کے ساتھ تعلق ہوگا۔ وہ عذاب گویا ہاتھ سے احمد نبی کی طرف اشارہ کر کے اہل دنیا کو سمجھائیگا کہ اس نبی کو قبول کرو۔ جس کی خاطر مجھے بھیجا گیا۔ آسمانی فیصلہ کے متعلق پر حضرت اقدس کا پانچ سطروں میں ہندسوں کا الہام درج ہے۔ ان سطروں کے درمیان اگر لکیریں کھینچی جائیں تو پانچ انگلیوں کی شکل بنجاتی ہے۔ ان ہندسوں کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پانچ سالہ عظیم الشان جنگ کی یادگاری تاریخیں بتائی گئی ہیں۔ چنانچہ پہلی سطر میں پہلا ہندسہ ۲۸ کا ہے۔ اور اس عدد کا جنگ یورپ سے جو تعلق ثابت ہوا۔ وہ یہ کہ ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو ولیعہد آسٹریا کا گولی سے مارا گیا۔ اور ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹریا نے سرویا کے برخلاف اعلان جنگ کیا۔ دوسری سطر میں ساتواں عدد ۲۸ کا ہے۔ ۱۹۱۴ء کے ساتویں مہینے کی ۲۸ تاریخ کو جنگ شروع ہوئی۔ اور ۲۸ اگست ۱۹۱۶ء کو اٹلی نے جرمنی اور رومانیا نے آسٹریا کے برخلاف جنگ کا اعلان کیا۔ اور جرمنی کا رومانیا پر زبردست حملہ ہوا۔ ۲۸ جون ۱۹۱۹ء جرمنی نے عہدنامہ صلح پر دستخط کئے۔ یہ پنجہ کی پیشگوئی اس سے پہلے ایک دفعہ شائع ہو چکی ہے۔ اب دوبارہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت اقدس کا "پنج" کے عدد کے ساتھ تعلق رکھنے والا ایک الہام ہے "پنج دکھاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار" حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۳) ہاں ۱۱ کا عدد بلحاظ اپنی یادگار کے ایک خاص عدد ہے۔ اس کے متعلق کچھ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے ہندسوں والے الہام کی دوسری سطر میں گیارھواں عدد ۱۱ کا ہے۔ اور ۱۹۱۸ء کے گیارھویں مہینے کی گیارہ تاریخ کو گیارہ بجے اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ ۱۱ کا عدد ایک اور الہام کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایک رہبر کا کام دیتا ہے۔ وہ الہام یہ ہے "(ا) برمقام فلک شدہ یارب۔ گرامیدے دہم مدار عجب" (ب) بعد ۱۱۔ انشاء اللہ (ج) لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دیجاوے۔ لطیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہیگا۔ مگر مٹی رہیگی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائینگے۔ انا اللہ ذوالمنن۔ انی مع الرسول (قوم (ترجمہ) میں اللہ بہت احسانوں والا ہیں رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ (تشریح) خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تیری دہائی آسمان پر پہنچ گئی۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں۔ تو تعجب مت کر و میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں" البشریٰ صفحہ ۶۵) ان الہامات میں الفاظ ذیل قابل غور ہیں۔ اول امید بشارت۔ اس میں یہ اشارہ۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو جس لڑکے کی بشارت دی۔ جب وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ تو دیکھنے والوں کو "مدار عجب" کے موافق تعجب پیدا ہوا۔ کہ ایک بچہ کس طرح بارِ خلافت کا متحمل ہو سکے گا۔ لیکن وہ بچہ خدا کے فضل سے کامیاب ہو گیا (دوم) بعد ۱۱۔ اس نشان کے بعد جس کا خاتمہ ۱۱ پر ہوا۔ حضرت اقدس کی صداقت کا چرچہ دنیا کے کناروں تک جا پہنچا (سوم) ہتک اور وسوسہ۔ یعنی عاجزی منظور اور تکبر دور۔ جنہوں نے عجز۔ انکسار سے خلیفہ وقت کو مانا رہ گئے۔ اور جن کے دلوں میں یہ وسوسہ تھا۔ کہ وہ اہل الرائے ہیں۔ ابی و استکبر کے مصداق ہو کر نہ رہے اور چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور الہام ہے "انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من (استکبار (ترجمہ) میں ان تمام کی چودار میں ہیں حفاظت کروں گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو تکبر سے بڑے بنتے ہیں۔ (تشریح) فرمایا۔ آج میری زبان پر یہ الہام جاری تھا۔ الا الذین علوا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنے ہیں۔ اس لئے بھی کہا جاتا ہے۔ کہ لوگ متنبہ رہیں۔ اور تقویٰ پر قائم رہیں" البشریٰ صفحہ ۳۷) جہاں سب سے کچا مولوی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کچائی ہو سکتی ہے۔ کہ سینکڑوں الہامات ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خلافت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ واقعات بھی اپنی اپنی گواہی دے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی "کچا مولوی" ان الہامات کو قبول نہیں کرتا۔ پنجم "سب مولوی ننگے ہو جائینگے" حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے عہد میں یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی۔ کہ پہلے تو مولویوں نے گاندھی جی کی محبت اور عشق میں اس لباس کو جو شرعاً اس کا پہننا جائز ہے اتار دیا اور اب یہ حالت ہے۔ کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر کسی کی دستار عزت و توقیر کو توہین اور ذلت کی خاک میں ملا رہا ہے۔ اور کوئی کسی کے پیرہن اور پاجامہ کو پھاڑ کر اس کے پوشیدہ عیوب کو لوگوں کے سامنے لا رہا ہے غرض تمام ملک میں کوئی ایسا مولوی دکھائی نہیں دیتا۔ جس کے تن پر کپڑا ہو۔ سب مولوی ننگے ہو گئے ہیں ششم انی مع الرسول اقوم۔ ایسے زمانہ میں جبکہ حضرت مسیح موعود کی نبوت اور رسالت کا ہر جگہ چرچہ ہو رہا ہے۔ خدا تعالےٰ کے گوناں گوں عذابات۔ جنگ۔ طاعون۔ زلازل۔ سیلاب وغیرہ کے رنگ میں نمودار ہو رہے ہیں۔ جن کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہے" (باقی دارد)

(مولوی) کرمداد دوالمیال

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں زیر نگرانی مینیجر صاحب فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)

مکانوں کیلئے قابل فروخت اراضی

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ کے پیچھے مولب سڑک جہاں سے ریل کے آنے جانے کا نظارہ بالکل سامنے ہے۔ اور مسجد نور سے دو چار منٹ کے فاصلہ پر واقعہ بہت سی زمین ایک دوست فروخت کرتے ہیں۔ ایک کنال سے کم کوئی ٹکڑا نہ دیا جائیگا۔ قیمت فی مرلہ تیس اور پچیس روپیہ ہے۔ ۲۰ مرلہ کا ایک کنال ہوتا ہے۔ کل قیمت نقد لی جائیگی۔ جملہ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیئے

المشتہر

میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق۔ قادیان۔ پنجاب